OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

قرآن مجید کی روشنی میں سائنسی حقائق: تجزیاتی مطالعہ

Scientific Realities in the Light of the Quran:An analytical study

محمد لطیف خان

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

There has been a trend of comparison between the Quran and science. Everyone, even if he or she doesn't know any of the Quran or science, is trying unsuccessfully to find the Quran or science in the Quran. However, if the intellect is used, then there is no comparison between the Qur'an and the science, because the Qur'an is the word of Allah while science is the creature of Allah. Comparing them is nothing but foolishness. One of them is eternal and eternal, and the other is accidental. The Qur'an is not a book of science but a guide to humanity. Its subject is human and man has been sent into this world for a certain period. To explain to humans, various things in this universe have also been talked about. The knowledge of the objects of the universe is called science, so man is guided by the examples of material objects mentioned in the Quran.

As time went on, man made new inventions and discoveries for his own convenience and convenience. Some of these new inventions were already mentioned in the Qur'an or they were linked to a verse in the Quran. The scientific invention was then considered as the Qur'an based on these inventions and discoveries. Here the human being stumbled and began to examine the teachings of the Quran on a scientific test. The other group of opponents of this group rejected scientific discoveries and inventions from the outset, and called for scientific knowledge. At the same time, another group that had become obsessed with the science of religion, became disillusioned with religion, and found the Quran to be inadequate and inefficient for the book of ancient people's stories and the modern scientific era.To see if the Qur'an says something about science or scientific thinking or is it silent? Is there any connection between the Quran and science? In order to reveal the truth to all these groups, the answers to the above questions must be presented in the mirror of facts. Therefore, this article is being researched based on these points. In the thesis under consideration, science will be summarized in the context of the Quran. More details may be referred to the reference books as needed from time to time.

Keywords: Comparison Historical background SensationPerplexitConsideration Results Laws

تقابل تاریخی پس منظر حواس خمسہ التباس غوروفکر نتائج قوانین

قرآن مجید اور سائنس کے تقابل کا ایک رجحان چل نکلا ہے۔ ہر کوئی خواہ وہ قرآن مجید یا سائنس میں سے کسی ایک کا علم بھی نہیں رکھتا، قرآن مجید میں سائنس یا سائنس میں قرآن مجید کو تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ عقل سلیم استعمال کی جائے تو قرآن مجید اور سائنس کا کوئی تقابل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام جبکہ سائنس اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ ان کا تقابل کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ ایک ازلی وابدی ہے جبکہ دوسرا حادث، ازلی وابدی کا حادث سے کیا تقابل و مقارنہ ؟ قرآن مجید سائنس کی کتاب نہیں بلکہ انسانیت کی ہدایت کے لئے اتارا گیا۔ اس کا موضوع انسان ہے جسے دنیا کے اندر ایک خاص مدت تک بھیجا گیا ہے۔ انسانوں کو سمجھانے کے لئے اس کائنات میں موجود مختلف اشیاء سے متعلق بھی بات کی گئی ہے۔ کائنات کی اشیاء سے متعلق علم سائنس کہلاتا ہے لہذا انسان نے قرآن میں بیان کردہ مادی اشیاء کی مثالوں سے ہدایت ور ہنمائی حاصل کی۔ وقت کے ساتھ انسان اپنی آسانی اور سہولت کے لئے نت نئی ایجادات اور دریافتیں کرتا گیا۔ ان نئی ایجادات و دریافتوں میں سے بعض کو پہلے سے قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا تھا یا ان کا تعلق قرآن مجید کی کسی آیت سے جڑتا تھا۔ تب سائنسی ایجادات کو اصل مان کر قرآن مجید کو ان ایجادات و دریافتوں پر پرکھا جانے لگا۔ یہاں انسان نے ٹھوکر کھائی، اس گروہ کے مدمقابل دوسرے گروہ نے سرے سے سائنسی دریافتوں اور ایجادات سے ہی انکار کر دیا اور سائنسی علم کو حاصل کرنے پر قدغن لگادی۔

مؤخر الذکر گروہ مذہبی رجحان رکھنے والا ہے اور قرآن، تفسیر، حدیث، سیرۃ، فقہ پر اعتماد کرتا ہے۔ ایسے گروہ پر حقیقت آشکار کرنے کے لیے تفاسیر کے ذخیرے میں سے ایسی آیات کی تفسیر سامنے لانا مقصود ہے جن میں تکوینی امور بیان ہوئے ہیں اور ان امور کے ذیل میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت اور آخرت کے بارے میں سمجھایا گیا ہے۔ اول الذکر گروہ جو کہ مذہبی طبقہ کی سائنس بیزاری سے بیزار ہو چلا تھا، مذہب سے بھی بیزار ہو گیا اور قرآن مجید کو پرانے لوگوں کی قصے کہانیاں اور جدید سائنسی دور کے لئے ناکافی اور ناقابل عمل سمجھنے لگا۔ لہذا اس مقالہ میں ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تحقیق کی جارہی ہے۔ زیر نظر مقالہ میں قرآن مجید کے تناظر میں سائنس کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ مزید تفصیل کے لئے بوقت ضرورت حوالہ جاتی کتب کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔ اس علمی و تحقیقی مقالہ کی تحریر و تدوین میں نگرانِ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی کی رہنمائی و علمی تعاون مجھے حاصل رہا ہے۔

قرآن حکیم

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب جس میں رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے ابدی اور اکمل اصول بیان کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن حکیم کو دیکھنا باعث سعادت، اسے چھونا باعث برکت، اسے پڑھنا باعث اجر و ثواب، اسے سمجھنا باعث تعقل اور اس پر عمل کرنا باعث نجات ہے۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جس کے ایک حرف میں بھی شک نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر اس میں رہنمائی موجود نہ ہو۔ اس میں کسی بھی طرح کی کوئی کمی نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں دنیا کا ہر مضمون اجمالاً بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کا علم بے طلبوں کو نہیں ملتا کیونکہ یہ

پاک ہے اور سچے جذبے والوں کے دلوں میں سماتا ہے۔ قرآن حکیم خود اس پر دلیل ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور یہ کتاب صرف متقی لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

﴿ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾[1]

(اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے متقین کے لئے)۔

قرآن مجید میں دنیا و آخرت کے تمام علوم سمو دیئے گئے ہیں۔ کائنات کا کوئی علم ایسا نہیں جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔ اس میں کائنات کے تمام علوم کا خلاصہ موجود ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾[۲]

(اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سمجھانے کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾[۳] (اور ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے کائنات کی ہر شئے کا علم اس لیے رکھا کہ لوگ اللہ تعالی کی پہچان کر سکیں۔ اس پر غور و فکر کریں اور حق کو پہچان کر نجات حاصل کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾[۴]

(ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں اور ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتی کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے)۔

اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے ہر قسم کے حقائق کا علم جمع کر دیا ہے۔ کلام الٰہی کی جامعیت بنی نوع انسان کے لیے روز قیامت تک کے لیے رہنمائی کی حتمی دستاویز ہے جو عقلی و نقلی ہر دو قسم کے علوم کو محیط ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اول سے آخر تک اصلاً تمام حقائق و معارف اور جملہ علوم و فنون کی جامع ہے[5]۔ قرآن حکیم خود اس حقیقت کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾[۶]

(اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان مفصل ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے)۔

اس آیت میں شیءٍ کا اطلاق کائنات کے ہر وجود پر ہوتا ہے، خواہ وہ مادی ہو یا مجرد۔ جو چیز بھی رب ذوالجلال کی تخلیق ہے شیءٍ کہلاتی ہے۔ چنانچہ ہر شئے کا تفصیلی بیان قرآن کے دامن میں موجود ہے۔

﴿مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾[7]

(یہ گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا اور مومنوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾[8]

(زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور خشک یا تر ہر چیز کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے)۔

قرآن حکیم فصاحت وبلاغت میں اکمل ہے۔ کائنات ارض وسماء کا کوئی وجود اور کوئی ذرہ ایسا نہیں جو خشکی اور تری کی دونوں حالتوں سے خارج ہو۔ بحر وبر، شجر وحجر، زمین وآسمان، جمادات ونباتات، جن وانس، خاکی ذرات اور آبی قطرات، حیوانات اور دیگر مخلوقات یعنی عالم پست وبالا کی ہر شئے کا قرآن حکیم میں ذکر موجود ہے۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم میں تمام سائنسی علوم بھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

سائنس کا تاریخی پس منظر (قرآن مجید کے تناظر میں)

سائنس دان اور مؤرخین سائنس کی ابتدا کے بارے میں واضح موقف نہیں رکھتے۔ محض اندازے اور قیاس آرائی سے غاروں کے زمانے اور پتھر کے زمانے کا تعین کیا جاتا ہے, حالانکہ قیاس آرائی سائنس کا درجہ نہیں پاسکتی۔ سائنسی اصول وضوابط کے لیے حتمی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سائنسی تاریخ کا حتمی ثبوت سوائے قرآن حکیم کے اور کسی نے نہیں دیا۔ قرآن حکیم کے مطابق سائنس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے وقت سے ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر کاشت کاری شروع کی اور جانوروں سے گوشت، دودھ اور چمڑے کے ذریعے سے فوائد حاصل کیے۔ لباس کی تیاری بھی اسی دور کی ہے۔ عبادت کے لیے خانہ کعبہ اور رہنے کے لیے مکان تعمیر کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ہابیل گلہ بانی کرتا تھا اور قابیل کاشت کار تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنے کے لیے قلم کا استعمال شروع کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔ سنگ تراشی حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے دور کی ہے۔ پتھر تراشنے کے لیے اس کے آلات بھی یقیناً اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کے دور میں کنویں سے پانی پینے کی روایات ملتی ہیں۔ کنویں کی کھدائی یقیناً حضرت صالح علیہ السلام سے پہلے کے دور کی ہے۔ کھدائی کے آلات بھی اس زمانے میں موجود تھے۔ آثار قدیمہ کی کھدائی سے جو برتن اور دیگر اشیاء ملی ہیں ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت صالح علیہ السلام کے دور کی ہیں۔ قوم ثمود کے مکانات کے کھنڈرات آج بھی مقام عبرت بنے ہوئے ہیں اور اس دور کی انجنئیرنگ کا ثبوت دیتے ہیں۔ اہرام مصر جدید دور کی انجنئیرنگ کے لیے معمہ بنے ہوئے ہیں۔ بحیرۂ مردار کے قریب سے حال ہی میں ایک چرواہے کو کچھ کاغذات ملے ہیں جن پر ناقابل فہم عبارت لکھی ہوئی ہے۔

لڑائی کے آلات کے بارے میں حضرت داؤد علیہ السلام کے دور کے شواہد ملتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا استعمال کیا اور شیشے کی عمارتیں بنائیں۔ اسی دور میں تاریخ میں پہلی بار انسان ہوا میں اڑے۔ خطوط کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو استعمال کیا۔ جواہرات سے مرصع تخت بھی اس دور میں پائے جاتے تھے۔ یونانی سائنس اسی دور سے شروع ہوتی ہے۔ مؤرخین اور سائنس دان تقریباً اسی دور کو سائنس کی ابتدا کہتے ہیں۔ اسی دور میں یونان، مصر اور ہندوستان والوں نے سائنس پر کتابیں لکھنا شروع کیں۔ قوم سبا کی زراعت اتنے عروج پر تھی کہ آج کی زراعت اس تک نہیں پہنچ سکی۔ انہوں نے آب پاشی کے لیے پانی روک کر بڑے بڑے بند (Dam) اس انداز سے بنائے ہوئے تھے کہ آب پاشی کے لیے پورا سال پانی کی کمی نہ ہوتی تھی۔ قرآن حکیم میں کائنات کا ہر علم بھی پوشیدہ ہے۔ جس شعبے کے بارے میں بھی قرآن حکیم سے رہنمائی لی جائے اس کے بارے میں قطعی اور حتمی رہنمائی ملے گی۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾[۹] (یہ قرآن تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے)۔

حواس خمسہ[10] اور ان کا التباس (Perplexity[11] of Senses)

سائنسی علم کا طبعی حصہ حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں رنگ، بو، ذائقہ اور دیگر طبعی خواص شامل ہیں۔ جب کہ کیمیائی حصہ تجربات کا مرہون منت ہے۔ حواس خمسہ میں درج ذیل حسیں شامل ہیں:

۱۔ باصرہ[12](sight) ۲۔ سامعہ[13](hearing) ۳۔ لامسہ[14](touch) ۴۔ ذائقہ[15](taste) ۵۔ شامہ[16](smell)

حس باصرہ کا التباس

حواس خمسہ کے ذریعے سے حاصل کیے گئے علم میں سب سے زیادہ علم دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ماہرین علم چشم نے آنکھ کی ساخت اور اس سے چیزوں کے نظر آنے کو مفصل بیان کیا ہے۔ حواس خمسہ کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا علم بھی کبھی کبھی غلط ہوتا ہے۔ دیکھنے کی حس میں غلطی یا التباس کی ایک مثال صحرا میں ریت پر پانی کا گمان ہے جسے سراب کہتے ہیں۔ سراب کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔـا﴾[۱۷]

(اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال سراب جیسی ہے جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے)۔

قرآن مجید میں عام زندگی سے مثالیں بیان فرما کر ہدایت کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اس لئے ان مثالوں میں ضمناً سائنس بھی بیان کر دی گئی ہے۔ مثلاً آنکھیں دیکھنے کے کام آتی ہیں، لیکن بعض لوگ آنکھیں نہ ہونے کے باعث یا آنکھوں میں خرابی یا بیماری کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے۔ ان کے بارے میں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[۱۸]

(تو کیا تم بہرے کو سنا سکتے ہو یا اندھے کو رستہ دکھا سکتے ہو اور جو کھلی گمراہی میں ہو اسے راہ راست پر لا سکتے ہو)۔

حس سامعہ کا التباس

سائنسی علم میں دوسرے نمبر کا تعلق سننے سے ہے۔ جس کے بارے میں قرآن حکیم میں ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾[19]

(جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر بہترین باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں)۔

سننے کی حس بھی کبھی کبھی دھوکہ دے جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو کافی دیر تک انتہائی شور والی جگہ پر رکھا جائے اور پھر اس کے فوراً بعد مکمل خاموشی والی جگہ پر منتقل کیا جائے تو مکمل خاموشی کے باوجود اس کے کانوں میں کچھ دیر تک شور گونجتا رہے گا۔ اس کے علاوہ کانوں کا بہرا پن یا سننے کی حس میں کمی بھی دھوکے کا باعث بن سکتی ہے۔ سننے کی حس کے ثقل کو قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾[20]

(اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا ان کو سنا ہی نہیں۔ جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے)۔

حس لامسہ کا التباس

حواس خمسہ کے ذریعے سے حاصل کیے گئے علم میں حس لامسہ کا تیسرا نمبر ہے۔ چھونے سے چیزوں کی سختی، نرمی، گرمی اور ٹھنڈک کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ لمس کے احساس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جلد میں آخذے (Receptors) بنائے ہیں۔ جلنے کا احساس صرف انہی حاسوں میں پایا جاتا ہے۔ جلد کے علاوہ جلنے کا احساس جسم کے کسی اور حصے میں نہیں پایا جاتا۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾[21]

(جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ان کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم ان کو اور کھالیں بدل کر دیں گے تاکہ ہمیشہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں)۔

لمس کا کام پوری جلد سے لیا جا سکتا ہے۔ سردی، گرمی اور دیگر محسوسات میں پوری جلد شامل ہوتی ہے تاہم لمس کا زیادہ تر کام ہاتھوں سے لیا جاتا ہے۔ ہاتھوں سے لمس کو قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾[22]

(اور اگر ہم تم پر کاغذ پر لکھی تحریر نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹٹول لیتے تو کافر یہی کہہ دیتے کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے)۔

لمس میں بھی التباس ہو سکتا ہے۔ ٹھنڈے ہاتھ سے اگر نیم گرم پانی کو چھوا جائے تو ہو گرم محسوس ہو گا اور اس حالت میں درجہ حرارت کا اندازہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر ہاتھ گرم کر کے نیم گرم پانی میں ڈالے جائیں تو پانی ٹھنڈا محسوس ہو گا اور درجہ حرارت کا اندازہ غلط ثابت ہو گا۔

حس ذائقہ کا التباس

اس حس سے ذائقے کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔ ذائقہ پہچاننے والے آخذے (Receptors) زبان میں پائے جاتے ہیں۔ زبان کی نوک میں مٹھاس کے حاسے، نوک سے پیچھے ترشی کے حاسے، زبان کے کناروں پر نمک کی پہچان کے حاسے اور زبان کی پچھلی جانب کڑواہٹ محسوس کرنے والے حاسے پائے جاتے ہیں۔

﴿ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾[۲۳]

(جس دن عذاب ان کو ان کے اوپر سے اور پیروں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور فرمایا جائے گا کہ جو کام تم کیا کرتے تھے اب ان کا مزہ چکھو)۔

حس شامہ کا التباس

سونگھنے کی حس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ناک بنائی اور ناک کے اندر خوشبو یا بدبو محسوس کرنے کے لئے حاسے رکھے۔ ان میں ایسا نہیں ہے کہ خوشبو اور بدبو کے لئے الگ الگ حاسے ہوں، بلکہ ہر حاسے میں خوشبو کی طرح بدبو کی پہچان کی صلاحیت موجود ہے۔ سونگھنے کی حس کا چکھنے کی حس سے گہرا تعلق ہے۔ سونگھنے کی حس بھی کبھی کبھی ناکام ہو جاتی ہے اور سائنسی نتائج تبدیل کروا سکتی ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کی آنکھیں اور ناک بند کر کے آلو کا چھلکا اتار کر اور قتلہ کاٹ کر اس سے کہا جائے کہ یہ سیب ہے اور یہ آلو اسے کھلایا جائے تو خوش بو کے بغیر اسے آلو اور سیب میں فرق محسوس نہ ہو گا۔

حواس خمسہ سے بالا علم

سائنس میں صرف حواس سے حاصل کردہ علم پر انحصار نہیں کیا جاتا بلکہ تجربات بھی کیے جاتے ہیں۔ انتہائی احتیاط کے باوجود بھی تجربات میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔ کسی تجربہ کے دوران درج ذیل تین قسم کی غلطیوں کا امکان ہو سکتا ہے:

۱۔ شخصی غلطی (Personal Error) تجربہ کرنے والے کا آلات پر سے مشاہدات کو غلط انداز سے پڑھنا یا کوئی دوسری غلطی کرنا۔

۲۔ آلات کی خرابی کی وجہ سے غلطی (Systemic Error)

۳۔ ماحول(غیر مناسب درجہ حرارت، ہوا کا دباؤ یا دیگر عوامل کے اثرات) کی وجہ سے غلطی (Random Error)۔

ان غلطیوں کاادراک عقل کے ذریعے سے ہوتا ہے۔یوں سائنسی علم کے حصول میں حواس اور تجربات کے ساتھ ساتھ عقل بھی استعمال ہوتی ہے۔اگر سائنسی علم کے حصول میں عقل کو خارج کر دیا جائے تو تجربات کے باوجود غلطی کا واضح امکان موجود ہوگا۔ عقل کو پرکھنے کے لیے سائنس کے پاس کوئی کسوٹی نہیں ہے۔گویا سائنس کی انتہا عقل پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔دنیا میں جتنی بھی ایجادات ہوئی ہیں وہ یا تو (پنسلین کی دریافت کی طرح) حادثاتی ہوئی ہیں یا حواس، تجربات اور عقل کی بنیاد پر ہوئی ہیں۔ عقل بھی بعض جگہوں پر ناکام ہو جاتی ہے اور ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ایسی صورت حال میں سائنسی نظریہ پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے تاآنکہ کسی وقت مزید تجربات سے اس کو پرکھا نہ جاسکے۔اگر کوئی نظریہ تجربات پر ثابت نہ ہو سکے تو اس کا جو انجام ہوتا ہے اس کی واضح مثال ڈارون کا نظریۂ ارتقاء ہے۔اور اگر کوئی نظریہ تجربات پر پرکھا جائے اور وہ تجربات پر پورا اترے تو اسے قانون کی صورت میں مان لیا جاتا ہے جیسے عدم سے وجود کا نظریہ ہگز بوسن (Higgs Boson) ۱۹۶۴ء میں پیش ہوا اور چار جولائی ۲۰۱۲ء کو تجرباتی طور پر ثابت ہو گیا[۲۴]۔اگر کوئی نظریہ تجربات پر ثابت نہ ہو سکے تو اس کا جو انجام ہوتا ہے اس کی واضح مثال ڈارون کا نظریۂ ارتقاء ہے۔حواس خمسہ کے استعمال اور غور و فکر کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۔اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۔اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۔اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾[۲۵]

(بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں۔ کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلالو اور میرے بارے میں جو تدبیر کرنی ہو کر لو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو پھر دیکھو کہ وہ میرا کیا کر سکتے ہیں)۔

حواس خمسہ کو استعمال کر کے بھی غور و فکر نہ کرنے والوں کو بہرے گونگے کہا گیا ہے گویا ان کے حواس خمسہ کسی کام کے نہیں ہیں۔

﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾[۲۶]

(بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام جان داروں میں بد ترین وہ بہرے، گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے)۔

نتائج اخذ کرنا

سائنسی طریقہ کار میں کسی بھی تحقیق یا تجربہ کا آخری مرحلہ نتائج اخذ کرنا ہوتا ہے۔قرآن حکیم نتائج اخذ کرنے کا ایک خاص انداز بتاتا ہے کہ بیان، مشاہدہ یا تجربہ کے دوران ہی نتیجہ بھی سامنے آجاتا ہے۔قرآن مجید کا یہ انداز ان آیات میں ملاحظہ ہو:

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُه قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّه مِنْ كَيْدِكُنَّ﴾[۲۷]

(اور اس کے خاندان میں سے ایک نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی اور یوسف جھوٹا ہے اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔ سو جب کرتا پیچھے سے پھٹا دیکھا تب اس نے کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے)۔

سائنس: اللہ تعالیٰ کی ملکیت

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے۔ کسی چیز کا بنانے والا اس چیز کے بارے میں جتنا علم رکھتا ہے اتنا علم کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس چیز کے استعمال کے بارے میں کسی اور کو اتنی زیادہ معلومات ہو سکتی ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اشیاء کے استعمال کا مکلّف بنایا اور استعمال میں تمام اشیاء کے خواص اپنے حکم کے پابند رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرما کر کسی اور کے حوالے نہیں کر دیا بلکہ اس پر تصرف اور اختیار و کنٹرول بھی اپنے ہاتھ میں رکھا۔ قرآن حکیم واضح الفاظ میں اس بات کی گواہی دیتا ہے۔

﴿لَه مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى﴾[۲۸]

(جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور جو کچھ مٹی کے نیچے ہے سب اسی کا ہے)۔

کائنات کا خالق، مالک اور متصرف ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کے ہر کام کا خود ہی انتظام بھی کرتا ہے۔ آسمان والوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے زمین والوں سے غافل نہیں رہتا۔ جنگلی جانوروں کو رزق پہنچاتے ہوئے مچھلیاں اس عظیم ذات سے پردے میں نہیں ہوتیں۔ ایک زبان والوں کی دعائیں سننے اور قبول کرتے وقت دوسری تمام زبانوں سے صرف نظر نہیں کرتا۔ کائنات کی ہر چیز کے ہر ایٹم کے چھتیس ذرات میں سے ہر ایک کی حرکت اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے سے لے کر اربوں کھربوں کہکشاؤں کے نظام میں ایک پیٹا سیکنڈ[29](Peta Second) جیسے وقت کے لیے بھی غفلت ہو جائے تو پوری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُه اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾[۳۰]

(وہی آسمان سے زمین تک کے ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔ پھر ہر کام ایک روز اس کی طرف رجوع کرے گا جس روز کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار برس ہو گی)۔

کائنات میں غور و فکر اور تدبر کی دعوت

بنیادی طور پر سائنس غور و فکر کا نام ہے۔ حواس خمسہ کے ذریعے سے کسی شئے کا ادراک کر کے اس کے بارے میں سوچنا اور پھر اس عملی دنیا میں استعمال میں لانا سائنس ہے۔ سائنسی دریافتوں کا تعلق غور و فکر کے بغیر محض اتفاق سے ہے، مثلاً پنسلین کی دریافت، اصول ارشمیدس کی دریافت وغیرہ۔ مگر تر ایجادات کا تعلق غور و فکر سے ہے۔ غور و فکر کے بغیر سائنس محض اتفاقات اور دریافتوں کا مجموعہ بن کے رہ جاتی ہے۔ قرآن حکیم بھی غور و فکر کے بارے میں بہت زور دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾[۳۱]

(کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کے لیے پیدا کیا ہے اور بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں)۔

اسی طرح اور بھی بہت سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ اندھے، گونگے اور بہرے بن کر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں خوب غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچا جائے۔

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ﴾[۳۲]

(جب رات نے ان کو پردہ تاریکی سے ڈھانپ لیا تو آسمان میں ایک ستارہ نظر آیا تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے پسند نہیں۔ پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا رب مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مشاہدات کیے اور پھر اس کے بعد نتیجہ نکالا۔ سائنس میں بھی کم از کم تین تجربات ضروری ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کائنات میں غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کو پایا اور فرمایا:

﴿اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾[۳۳]

(پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے کہ میرا رب یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے کہ لوگو جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں)۔

کائنات کی چیزوں میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ کائنات کی پیدائش کے بارے میں بھی غور و فکر کرنا چاہیے۔ کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کر اس کے بارے میں سائنس دانوں نے بہت سے نظریات پیش کیے ہیں۔ ان میں سے قرآنی حقائق سے قریب ترین

نظریہ بگز بوسن کا نظریہ ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ کائنات عدم سے وجود میں آئی ہے۔ کائنات کی پیدائش کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾[۳۴]

(جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس کائنات کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے تو قیامت کے دن ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے)۔

سائنسی قوانین میں تبدیلی ناممکن

کائنات میں موجود بانوے قدرتی عناصر سائنس کی بنیاد ہیں۔ ہر عنصر کی مخصوص صفات ہیں۔ ان میں سے کچھ صفات آپس میں ملتی جلتی ہیں اور کچھ الگ الگ ہیں۔ مثلاً ہائیڈروجن ہوا میں آزادانہ طور پر نہیں پائی جاتی، اگر کہیں آزادانہ حیثیت میں آجائے تو دھماکے سے جل اٹھتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آکسیجن جلنے میں مدد دیتی ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن کو کیمیائی طریقے سے آپس میں ملایا جائے تو پانی بنتا ہے۔ پانی بنانے کے بعد ہائیڈروجن اور آکسیجن اپنی مذکورہ بالا خصوصیات کو کھو کر نیا مرکب بناتی ہیں اور اس نئے مرکب پانی کی خاصیت ان دونوں گیسوں کی درج بالا خصوصیات کا الٹ ہوتی ہیں، یعنی پانی آگ بجھانے کا کام کرتا ہے۔ پانی بننے کے اس عمل میں ہائیڈروجن اور آکسیجن میں ایک خاص تناسب پایا جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات کے ہر مرکب میں ایک خاص تناسب پایا جاتا ہے۔ اگر یہ تناسب قائم نہ رہے تو مرکب بھی قائم نہیں رہتا، کوئی دوسرا مرکب بن جائے گا۔ یہ کیمیا کا ایک قانون بھی ہے[۳۵]۔ ہر عنصر کے الیکٹرانوں، پروٹانوں اور نیوٹرانوں کی تعداد مقرر ہے اور ان میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ کائنات میں ہر چیز کے لئے قوانین قدرت موجود ہیں۔ قدرت کے یہ قوانین تبدیل نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ یکساں رہتے ہیں۔ مثلاً سورج ہمیشہ مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ اسی طرح دن اور رات کا آنا وغیرہ تمام غیر مبدل قوانین قدرت ہیں۔ ان قوانین کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾[۳۶]

(اللہ تعالیٰ کی عادت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی عادت کو کبھی بدلی ہوئی نہ پاؤ گے)۔

یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ آیت صرف ان عناصر کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے اور یہ سمجھنا بھی ہر گز درست نہ ہو گا کہ سائنس میں صرف اسی مثال میں ہی توازن پایا جاتا ہے۔ بلکہ کائنات کی جو بھی چیز دیکھیں گے اس میں ایک خاص تناسب اور توازن ملے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾[۳۷]

(سوتم اللہ کی عادت میں ہر گز تبدل نہ پاؤ گے۔اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے)۔

عناصر کے باہم ملنے میں بھی مقررہ عددی نسبت ہوتی ہے۔ عددی نسبت مقرر نہ ہو تو ان عناصر کے باہم ملنے سے مرکبات نہ بن سکیں۔ مثلاً آکسیجن کے ایک ایٹم اور ہائیڈروجن کے دو ایٹموں سے مل کر پانی کا ایک سالمہ (Molecule) بنتا ہے۔ اگر آکسیجن اور ہائیڈروجن کی یہ عددی نسبت تبدیل کر دی جائے تو ان کے ملنے سے پانی نہیں بنے گا۔اسی طرح تمام مرکبات میں عددی نسبت پائی جاتی ہے جو کہ مقرر شدہ ہے اور تبدیل نہیں ہو سکتی۔اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز ایک مقررہ اندازے کے مطابق پیدا فرمائی ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿ اِنَّا کُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾[۳۸] (ہم نے ہر چیز مقرر اندازہ کے ساتھ پیدا کی ہے)۔

کائنات میں لاکھوں کہکشائیں، ستارے اور سیارے ایک توازن کے ساتھ اپنے مقرر کردہ راستوں پر چل رہے ہیں۔ ان سب کی حرکت نہ صرف اپنے محور پر ہے بلکہ اپنے مدار میں بھی محو پرواز ہیں اور اپنی اپنی کہکشاؤں میں بھی ان کی حرکت جاری ہے۔ان کی ہر طرح کی حرکت میں بھی توازن قائم ہے۔ کوئی بھی ستارہ یا سیارہ ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتا اور نہ ہی قانون قدرت سے سر مو انحراف کرتا ہے۔ نظام شمسی اپنی کہکشاں میں مرکز کے گرد ۲۰۰۰۰۰ ۷ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے اور اسی کہکشاں میں ۲۰۰ بلین ستارے ۹۵۰۰۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہے ہیں مگر ان میں سے کوئی دو اجسام بھی ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے[39]۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام اور ان کے خواص سکھائے تھے اور اسی علم کی وجہ سے فرشتوں پر تفوق حاصل ہوا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو قیامت تک کا تمام سائنسی علم سکھلا دیا تھا۔ یہی سائنسی علم وقت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ مختلف انسانوں پر ظاہر کرتا ہے اور وہ سائنسی انکشاف اس انسان کے نام سے منسوب ہو جاتا ہے۔ وراثتی خصوصیات کی منتقلی کے جدید علم کے مطابق آباء و اجداد کا یہ علم انسانی خلیوں میں موجود DNA پر کوڈز کی شکل میں نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس سائنسی علم کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾[۴۰]

(اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ)۔

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ علم اسماء اصل میں اشیاء اور ان کے خواص کا علم تھا۔ دوسری طرف اشیاء اور ان کے خواص کا علم سائنسی علم ہے۔ یہ علم انسان کے پاس اتنا ہی آتا ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے۔ کسی کو تھوڑا سکھاتا ہے اور کسی کو زیادہ۔ علم کی اسی کمی اور زیادتی کے بارے میں فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَاعِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾[41]

(انہوں نے کہا تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں بیشک تو دانا ہے حکمت والا ہے)۔

یہ علم فرشتوں کا ذاتی نہیں تو انسان کا بھی ذاتی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام علوم کا منبع اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ ازل سے ابد تک بلکہ ازل سے پہلے اور ابد کے بعد کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہ آنکھ کی خیانت ہی نہیں بلکہ دلوں میں گزرنے والے خیالات کو بھی جاننے والا ہے۔ تمام چھپی ہوئی اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے۔ الغرض انسان اور دیگر مخلوق کو جو بھی علم ملا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ سے عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴾[42]

(تب اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ سو جب انہوں نے ان کو نام بتائے تو فرشتوں سے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو سب مجھ کو معلوم ہے)۔

جو بھی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں پوری کائنات میں سائنس کی ہر شاخ کا مکمل علم اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ وَعِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾[43]

(اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے)۔

ایک اور آیت کے مطابق انتہائی چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لے کر انتہائی بڑے جسم تک ہر چیز کا ذکر کتاب مبین میں موجود ہے انتہائی چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لے کر انتہائی بڑے جسم تک ہر چیز کا ذکر کتاب مبین میں موجود ہے۔ سائنسی الفاظ میں ایٹم سے چھوٹے اس کے تمام ذرات کا علم اور کائنات کے بڑے سے بڑے فلکی جسم کا علم لوح محفوظ میں درج ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾[44]

(اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی اور کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو تو ہم تمہارے پاس ہوتے ہیں اور تمہارے پروردگار سے کوئی ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز اور نہ بڑی مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے)۔

لوح محفوظ اور سائنس

کائنات میں چھوٹی بڑی جتنی جاندار چیزیں پائی جاتی ہیں سائنس کے مطابق ہر چیز کا اپنا ایک الگ کوڈ ہے اور یہ کوڈ اس کے اندر کہیں لکھا ہوا ہے۔ یہ کوڈ ان کے DNA[45] میں لکھے ہوتے ہیں۔ ہر جاندار چھوٹے چھوٹے خلیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے جو خالی آنکھ سے نظر نہیں آسکتا۔ اسے دیکھنے کے لئے خوردبین استعمال ہوتی ہے۔ خلیے کے اندر بہت سے عضویات ہوتے ہیں جو اپنے مخصوص کام سرانجام دیتے ہیں۔ خلیے کے درمیان میں ایک اہم عضویہ مرکزہ یا نیوکلیس ہوتا ہے جو خلیے کے جملہ امور کو کنٹرول کرتا ہے۔ نیوکلیس کے اندر کروموسومز اور ہر کروموسوم پر لاتعداد جینز ہوتے ہیں جو مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان جینز پر DNA ہوتے ہیں۔ یہ DNA انسانی جسم کے خلیوں میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ DNA جتنی چھوٹی سی جگہ پر پوری زندگی کا پروگرام لکھنے کی مثال ایک مکعب سینٹی میٹر سائز کی میمری سٹر[46] ہے کہ اس کے اندر کروڑوں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق لوح محفوظ میں کائنات کی ہر شے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾[٤٧]

(اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے وہ اس کے رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں لکھا ہوا ہے)۔

ہر چیز کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے۔ سائنس کے مطابق ہر چیز کی ابتدا عظیم دھماکے[48] (The Big Bang) یا عظیم انفجار سے ہوئی اور انتہا عظیم سکڑاؤ[49] (The Big Crunch) پر ہوگی۔ قرآن حکیم کے مطابق ہر چیز کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾[٥٠]

(اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے)۔

سائنس حقیقت کی ترجمان

صرف نظریہ کو سائنس کا نام نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ اس کو تجربات کی بھٹی میں سے نہ گزار لیا جائے۔ قرآن حکیم نے بھی محض گمان کو رد کر دینے کا درس دیا کہ حقیقت تک پہنچے بغیر کوئی بھی گمان قابل قبول نہیں ہے۔

﴿ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾[٥١]

(اور ان میں سے اکثر محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کارآمد نہیں ہو سکتا)۔

نتائج

۱۔ قرآن حکیم میں ازلی اور ابدی حقائق بیان کر دیئے گئے ہیں جب کہ سائنس حواس خمسہ اور عقل و فہم کے ذریعے سے حقائق کی تلاش کا نام ہے۔

۲۔ قرآن حکیم نے غور و فکر اور تدبر سے کام لینے پر زور دیا ہے جب کہ سائنس قرآن حکیم کے اس حکم پر عمل کرنے کی سعی کرتی ہے۔

۳۔ قرآن حکیم سراسر حقیقت ہے جب کہ سائنس حقیقت کی ترجمانی کرتی ہے۔

۴۔ قرآن حکیم سائنس کی کتاب نہیں لیکن اس میں سائنسی حقائق بھی بیان ہوئے ہیں جن میں سے کچھ کو تو سائنس نے جزوی طور پر دریافت کر لیا ہے اور بہت سے ایسے ہیں جو ابھی تک سائنسی دریافتوں سے بالا تر ہیں۔

۵۔ قرآن مجید میں دنیا و آخرت کے تمام علوم سمو دیئے گئے ہیں۔ کائنات کا کوئی علم ایسا نہیں جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔ اس میں کائنات کے تمام علوم کا خلاصہ موجود ہے۔

۶۔ بحر و بر، شجر و حجر، زمین و آسمان، جمادات و نباتات، جن و انس، خاکی ذرات اور آبی قطرات، حیوانات اور دیگر مخلوقات یعنی عالم پست و بالا کی ہر شئے کا قرآن حکیم میں ذکر موجود ہے۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم میں تمام سائنسی علوم بھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

۷۔ سائنس حواس خمسہ کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا علم ہے اور یہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ اسی لیے سائنس میں صرف حواس سے حاصل کردہ علم پر انحصار نہیں کیا جاتا بلکہ تجربات بھی کیے جاتے ہیں۔

۸۔ تجربات میں کوئی غلطی نہ کی گئی ہو تو اس سے حاصل کیا ہوا علم حتمی ہوتا ہے۔ ان غلطیوں کا ادراک عقل کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ یوں سائنسی علم کے حصول میں حواس اور تجربات کے ساتھ ساتھ عقل بھی استعمال ہوتی ہے۔

۹۔ اگر سائنسی علم کے حصول میں عقل کو خارج کر دیا جائے تو تجربات کے باوجود غلطی کا واضح امکان موجود ہو گا۔ عقل کو پرکھنے کے لیے سائنس کے پاس کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ گویا سائنس کی انتہا عقل پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ عقل بھی بعض جگہوں پر ناکام ہو جاتی ہے اور ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ قرآن مجید میں حواس خمسہ کے بارے میں متعدد جگہ پر آیات وارد ہوئی ہیں کہ ان کے استعمال کے ساتھ ساتھ عقل کو بھی استعمال کریں۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو قیامت تک کا تمام سائنسی علم سکھلا دیا تھا۔ یہی سائنسی علم وقت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ مختلف انسانوں پر ظاہر کرتا ہے اور وہ سائنسی انکشاف اس انسان کے نام سے منسوب ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ غور و فکر کے بغیر سائنس محض اتفاقات اور دریافتوں کا مجموعہ بن کے رہ جاتی ہے۔ قرآن مجید نے بھی غور و فکر کی دعوت دی ہے۔

سفارشات

۱۔ جدید علم کلام کی تدوین کا مرکز و محور صرف قرآن مجید ہو اور اسی کو بنیاد بنا کر کام کیا جائے۔ اس کام کی تدوین میں قرآن مجید کی سینکڑوں آیات تکوینیہ کی مفصل تشریح و تفسیر جدید سائنسی علوم کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے۔ اس اصول کے مطابق نئے نئے انکشافات قرآن مجید کے بیانات کی تصدیق و تائید کرنے والے اور اس کے الفاظ و معانی میں نکھار پیدا کرنے والے ہوں گے اور قرآنی الفاظ کے نئے نئے پہلو منظر عام پر آتے رہیں گے جو اس کتابِ حکمت کا ایک عجیب و غریب اعجاز ہے۔ اس طرح انکشافاتِ جدیدہ ہر دور میں کلام الٰہی کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے ہمیشہ اپنی نیاز مندی کا ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔

۲۔ شرعی امور کے برعکس طبیعی و تکوینی امور میں مفسرین کرام کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ہر مکتبہ فکر سے نمائندہ علماء پر مشتمل ایک مجلس عمل بنائی جائے اور از سرِ نو تفسیری کام کا جدید انداز میں احیاء کریں۔

حواشی و حوالہ جات

[1]۔ سورۃ البقرہ ۲:۲۔

[2]۔ سورۃ الکہف ۱۸:۵۴۔

[3]۔ سورۃ الزمر ۲۷:۳۹۔

[4]۔ سورۃ حم سجدہ ۴۱:۵۳۔

[5]۔ اسلام اور جدید سائنس، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، مئی ۲۰۰۱ء، ص ۲۰۱۔

[6]۔ سورۃ النحل ۱۶:۸۹۔

[7]۔ سورۃ یوسف ۱۲:۱۱۱۔

[8]۔ سورۃ الانعام ۶:۵۹۔

[9]۔ سورۃ ص ۳۸:۸۷۔

[10]۔ انسانی جسم میں پانچ ایسی حسیں پائی جاتی ہیں جن کے ذریعے سے بنیادی سائنسی علم حاصل کیا جاتا ہے۔ ان میں دیکھنا، سننا، چھونا، سونگھنا اور چکھنا شامل ہیں۔

[11] Trouble or confusion resulting from complexity.

[12]۔ آنکھ سے دیکھنے کی حس کو حس باصرہ کہتے ہیں۔

[13]۔ کان سے سننے کی حس کو حس سامعہ کہتے ہیں۔

[14]۔ جلد کے ذریعے سے چھونے کی حس کو حس لامسہ کہتے ہیں۔

[15]۔ زبان کے ذریعے سے چکھنے کی حس کو حس ذائقہ کہتے ہیں۔

[16] ۔ناک کے زریعے سے سونگھنے کی حس کو حس شامہ کہتے ہیں۔

[17] ۔سورۃ النور ۲۴: ۳۹۔

[18] ۔سورۃ الزخرف ۴۳: ۴۰۔

[19] ۔سورۃ الزمر ۳۹: ۱۸۔

[20] ۔سورۃ لقمان ۳۱: ۷۔

[21] ۔سورۃ النساء ۴: ۵۶۔

[22] ۔سورۃ الانعام ۶: ۷۔

[23] ۔سورۃ العنکبوت ۲۹: ۵۵۔

[24] www.wikipedia.org/wiki/Higgs_boson.

[25] ۔سورۃ الاعراف ۷: ۱۹۵۔

[26] ۔سورۃ الانفال ۸: ۲۲۔

[27] ۔سورۃ یوسف ۱۲: ۲۶۔۲۸۔

[28] ۔سورۃ طہٰ ۲۰: ۶۔

[29] 1 Peta Second = 10^{-12} Second.

[30] ۔سورۃ الم سجدہ ۳۲: ۵۔

[31] ۔سورۃ الروم ۳۰: ۸۔

[32] ۔سورۃ الانعام ۶: ۷۶-۷۷۔

[33] ۔سورۃ الانعام ۶: ۷۸۔

[34] ۔سورۃ آل عمران ۳: ۱۹۱۔

[35] ۔کسی بھی مرکب میں عناصر کی ترکیب ہمیشہ مستقل رہتی ہے۔اسے مستقل تناسب کا قانون کہاجاتاہے۔

[36] ۔سورۃ الفتح ۴۸: ۲۳۔

[37] ۔سورۃ فاطر ۳۵: ۴۳۔

[38] ۔سورۃ القمر ۵۴: ۴۹۔

[39] ALLAH's Miracles in QURAN, Harun Yahya, Goodword Books, 1, Nizamuddin West Market, New Delhi, P30.

[40] ۔سورۃ البقرہ ۲: ۳۱۔

[41] ۔سورۃ البقرہ ۲: ۳۲۔

[42] ۔سورۃ البقرہ ۲: ۳۳۔

[43] ۔سورۃ الانعام ۶: ۵۹۔

[44] ۔سورۃ یونس ۱۰: ۶۱۔

[45] ۔DNA اصل میں تیزاب ہوتے ہیں جنھیں ڈی رائیبو نیو کلئیک ایسڈ کہتے ہیں۔ یہ مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور یہی خصوصیات نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً اگر والدین میں سے کسی کے بال گھنگریالے ہیں تو اولاد میں سے بھی بعض کے بال یقیناً گھنگریالے ہوں گے۔ نیلی آنکھوں والے والدین کی اولاد بھی نیلی آنکھوں والی ہی ہو گی۔

[46] ۔ کمپیوٹر میں مواد ذخیرہ کرنے کے لیے ایک پرزہ جو دس لاکھ ٹیرا بائیٹ مواد کو ذخیرہ کر سکتا ہے۔ ایک حرف لکھنے کے لئے جو جگہ استعمال ہوتی ہے اسے ایک بائیٹ کہتے ہیں۔ دس کروڑ بائیٹس کو ایک گیگا بائیٹ کہتے ہیں جبکہ ۱۰۰۰ گیگا بائیٹس ایک ٹیرا بائیٹس کے برابر ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک مکعب سینٹی میٹر کا یہ پرزہ دس لاکھ ٹیرا بائیٹ مواد کو اپنے اندر سمو سکتا ہے۔

[47] ۔ سورۃ ھود ۱۱:۶۔

[48] ۔ ایک سائنسی نظریے کے مطابق ابتدا میں پوری کائنات اتنی سکڑی ہوئی تھی کہ ایک نظر نہ آنے والے نقطے کے اندر سمائی ہوئی تھی۔ اس نقطے میں کائنات مادہ اور توانائی کی درمیانی شکل میں موجود تھی اور انتہائی گرم لاوے کی شکل میں تھی۔ انتہائی زیادہ دباؤ کے تحت یہ پھٹنے کے قریب تھی اور ایک وقت آیا کہ یہ نقطہ پھٹ پڑا۔ اس پھٹنے کے عمل سے کائنات وجود میں آئی۔ اس نظریے کو عظیم دھماکے یا عظیم انفجار کا نظریہ کہتے ہیں۔

[49] ۔ کائنات کا دوبارہ سکڑ کر نظر نہ آنے والے ایک نقطہ میں سما جانا عظیم سکڑاؤ کہلاتا ہے۔

[50] ۔ سورۃ آل عمران ۳:۱۰۹۔

[51] ۔ سورۃ یونس ۱۰:۳۶۔